ایک غلط فہمی کا ازالہ

کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟

مع قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کے اعتبار کی حقیقت

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

آجکل یہ غلط فہمی عام ہے کہ گھر کے سر براہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے کافی ہے یعنی جب گھر کے بڑے نے اپنی قربانی کرلی اوراسی میں گھر کے افراد کی نیت بھی کرلی (یا بعض کے بقول نیت نہ بھی کی) توگھر کے تمام افراد کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے، گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد کے ذمے قربانی کرناواجب نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی جائے تاکہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے، اس لیے پہلے مسئلہ کی صحیح صورتحال سے بیان کی جاتی ہے۔

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

احناف سمیت متعدد ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، ردالمحتار)

یہ متعدد روایات اور شرعی دلائل واصول سے اخذ شدہ کا ایک عام ضابطہ ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمّے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص اس کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

3۔اولاد گھر کے اخراجات کے لیے رقم والد ہی کو دے دیتے ہوں تو ایسی صورت میں اگر والد کو وہ رقم مالک بنا کر دی جاتی ہو تو وہ رقم والد ہی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، لیکن اگر وہ رقم والد کو مالک بنا کر نہیں دی جاتی ہو بلکہ صرف انہی کے پاس جمع رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس رقم میں جن جن حضرات کا جتنا حصہ ہے اتنا حصہ ہر ایک کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

ملکیت معلوم ہونے کے لیے تعیینِ ملکیت کی اہمیت:

قربانی سے متعلق ماقبل میں یہ مسئلہ بیان ہوا کہ قربانی میں ذاتی ملکیت کا اعتبار ہے، اب ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز نہایت ہی ضروری ہے، آج معاشرے میں اس سے نہایت ہی غفلت برتی جارہی ہے، اس لیے اس مسئلے کی حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تعیینِ ملکیت کی حقیقت:

تعیینِ ملکیت ایک شرعی حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رقم، کاروبار، جائیداد، گھریلو سامان ، مال اور اسی طرح کی دیگر چیزوں سے متعلق یہ بات طے کرنا کہ یہ چیز کس کی ملکیت ہے۔ جس کی وجہ سے ہر ایک چیز سے متعلق ہر شخص کی ملکیت واضح اور معلوم ہو اور اس میں کسی بھی چیز سے متعلق کوئی ابہام اور شک وشبہ نہ ہو۔

تعیینِ ملکیت کی ضرورت:

سامان، اموال اور دیگر چیزوں سے متعلق ملکیت کی تعیین اور وضاحت ایک ضروری اور مفید امر ہے جس کے متعدد فوائد ہیں جیسے مثلًا:

- ہر ایک کی ملکیت صاف، واضح اور معلوم ہوگی تو اس کی وجہ سے حالیہ اور مستقبل کے باہمی اختلافات اور تنازعات سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

- ملکیت کی تعیین کی وجہ سے سے شریعت کے متعدد احکام پر عمل کیا جاسکتا ہے اور اس میں سہولت بھی رہتی ہے، کیوں کہ اس بنا پر زکوۃ، صدقہ فطر، قربانی، حج، میراث اور دیگر بڑے بڑے احکام جاری ہوتے ہیں جن کے لیے ملکیت کا واضح ہونا بہت ہی ضروری ہے۔
- ملکیت کی تعیین کی وجہ سے بندہ بہت سے ناجائز امور سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس اگر ملکیت معلوم نہ ہو یا اس میں ابہام نہ ہو تو آگے چل کر اس سے بڑی خرابیاں جنم لیتی ہیں، باہمی تنازعات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، باہمی نفرتیں جنم لیتی ہیں، حتی کہ تعلقات اور رشتے تک ٹوٹ جاتے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ شریعت کے متعدد احکام پر عمل نہیں ہو پاتا جو کہ اللہ کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔اس لیے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ مالی معاملات صاف رکھے اور ملکیت کی تعیین کا اہتمام کرے۔

شرعی احکام پر تعیینِ ملکیت سے غفلت کے اثرات:

ملکیت کی تعیین نہ کرنے کی صورت میں شریعت کے بہت سے احکام متاثر ہوتے ہیں، کیوں کہ شریعت کے بہت سے احکام انسان کی ذاتی ملکیت میں موجود مال اور سامان پر لاگو ہوتے ہیں، اور جب وہ مال اس کی ملکیت میں نہ ہو تو اس پر وہ احکام لاگو نہیں ہو سکتے، اس لیے جب تک ملکیت کی تعیین واضح نہیں ہو جاتی تب تک بہت سے احکام پر عمل ہی نہیں ہو سکتا۔

قربانی کے نصاب کے لیے ملکیت کی تعیین کی اہمیت:

قربانی جن اموال پر واجب ہوتی ہے ان سے متعلق بھی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کون سی چیز کس کی ملکیت ہے، تاکہ اس کی بنیاد پر نصاب کا حساب لگایا جاسکے اور قربانی واجب ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

(تعیینِ ملکیت سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے بندہ کا رسالہ ’’تعیینِ ملکیت کی حقیقت، ضرورت اور تفصیلات‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔)

گھر کے افراد کواپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں:

گھر کا سر براہ اپنی ذاتی قربانی میں گھر کے دیگر افراد کو شریک کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قربانی توگھر کے سر براہ ہی کی طرف سے ہو البتہ ثواب میں گھر والوں کوشریک کرناچاہے تو یہ صورت جائز ہے، اور حضور ﷺ کا گھر والوں کو قربانی میں شریک کرنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ آگے تفصیل مذکور ہے۔

2۔ گھر کا سر براہ گھر والوں کو واجب قربانی میں شریک کرنا چاہے کہ گھر والوں کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو جائے تو ایسی صورت میں گھر کے سر براہ کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے ہر گز کافی نہ ہو گی، بلکہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد کے ذمے الگ سے قربانی کرنی واجب ہے۔ یہی روایات اور شرعی دلائل کا تقاضا ہے۔

گھر کے سر براہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات

ماقبل کی تفصیل سے صحیح مسئلہ واضح ہو گیا کہ گھر کے سر براہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں اگرچہ وہ سب کی طرف سے قربانی کی نیت کرے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: سنن ابن ماجہ میں ہے کہ:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

مذکورہ حدیث سے مأخوذ چھ اہم فوائد:

- صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر اس وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔
- دوم یہ کہ اس سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔
- سوم یہ کہ اس سے زیرِ بحث مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے سر براہ کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں کیوں کہ اس حدیث میں ''مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ'' کے الفاظ عام ہیں جو کہ گھر کے تمام افراد کو شامل ہیں، اس میں یہ تخصیص نہیں کہ گھر کا سر براہ اگر اپنی قربانی کر لے تو یہ گھر کے دیگر افراد کی طرف سے بھی کافی ہو جائے گی اور اس صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد قربانی نہ کرنے کی اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے، کیوں کہ اس کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہونی چاہیے۔
- چہارم یہ کہ اس حدیث میں ''مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ'' کے الفاظ سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر اس کی ذاتی ملکیت کی بنیاد پر قربانی واجب ہوتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور حج ہے، اس لیے اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو اس کے ذمے قربانی واجب ہو گی اور جس کے پاس نصاب نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، یہ ایک عام شرعی اصول ہے، اس لیے جس طرح یہ دیگر مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سر براہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔
- پانچویں لطیف بات یہ ہے کہ اگر گھر کے سر براہ کی اپنی قربانی سب گھر کی طرف سے

کافی ہوتی تو حدیث کی اس وعید کا مصداق صرف وہی گھر ہو گا جس میں گھر کے سر براہ سمیت گھر کا کوئی بھی فرد قربانی نہ کرے، لیکن جہاں گھر کے سر براہ نے قربانی کی اور سب کی نیت کر لی تو اس طرح وہ مکمل گھر اس وعید سے محفوظ ہو گیا حالاں کہ انھوں نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، ظاہر ہے کہ یہ مطلب اور فرق کیسے مراد لیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں عموم ہے، کوئی استثنا نہیں؟؟

- چھٹی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ”وُسعت“ کی قید سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ: نماز، زکوۃ، حج، سجدہ تلاوت سمیت دیگر فرائض اور واجبات جس طرح ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں، کسی شخص کے ایسے ذاتی اعمال دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتے تو اسی طرح قربانی بھی ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے واجب ہوتی ہے، کسی کی ذاتی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ: گھر کے سر براہ کے اپنے ایک حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جانے کی بات اُن روایات کے بھی خلاف ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری یا دنبہ صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے، اس میں شرکت جائز نہیں، یہ روایات سے اخذ شدہ عام اصول ہے، اس لیے یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سر براہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

چوتھی وجہ: حدیث میں چوں کہ دنبے کا ذکر ہے (جو کہ آگے آرہی ہے) اس لیے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر گھر کے سر براہ کی ایک بکری یا دنبے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر کسی بڑے جانور میں گھر کے سر براہ کے ایک حصے کی قربانی بھی سب کی طرف

سے کافی ہو گی، تو جب ایک ہی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ افراد گھر کے سربراہ کے طور پر شریک ہو جائیں اور گھر کے افراد کی بھی نیت کر لیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی تعداد سات سے زیادہ ہو جائے گی جو کہ خود روایات کے خلاف ہے۔

زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث کا صحیح مطلب:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہر گز کافی نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک ہی قربانی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بھی فرمایا کرتے تھے جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربان کرتے۔

٢٥٨٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

جواب اور صحیح مطلب:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور ﷺ اپنے اہل وعیال کی طرف سے بھی جو قربانی فرماتے تھے یہ گھر والوں کی واجب قربانی ہی ہوتی تھی، بلکہ اس حدیث کا درست مطلب یہی ہے کہ قربانی تو حضور ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کر دیا کرتے،اور یہ صورت بالکل جائز ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا دیگر دلائل اور شرعی اصول سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا جن کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے،تواس سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے۔

امت کی طرف سے قربانی کرنے کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح کے دن (یعنی قربانی کے دن) دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور

پھر روایت میں مذکور دعا پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما، اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح کیا۔

- مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے (دونوں دنبے) اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور یوں فرمایا کہ: بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

کیا ان روایات کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور ﷺ نے امت کی طرف سے قربانی فرمادی ہے جس کے نتیجے میں سب کی طرف سے واجب قربانی ادا ہو گئی اس لیے اب امت میں سے کسی کو قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ ایک تو یہ شرعی دلائل کے بھی خلاف ہے، دوم یہ کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنٰی قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔ اس لیے جب امت کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں ایصالِ ثواب ہی کا معنٰی مراد لیا جاتا ہے تو گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہی مراد لیا جائے گا، جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًا

إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهلَلْت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حَرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع. (بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

(اس بحث کی تفصیل ''اعلاء السنن'' میں ملاحظہ فرمائیں۔)

مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
4 ذوالحجہ 1440ھ/6 اگست 2019
03362579499